B.A. Part I
Sub. Urdu (Hons)
Sec - Poetry (شاعری)
Paper I

بالِ جبریل کی پانچویں غزل کا تنقیدی جائزہ

Baal-e-Jibreel Ki Fifth Ghazal Ka Tauqudi Jayeza

غزل کا متن

کیا عشق ایک زندگیٔ مستعار کا
کیا عشق پائدار سے ناپائدار کا
وہ عشق جس کی شمع بجھا دے اجل کی پھونک
اس میں مزہ نہیں تپش و انتظار کا
میری بساط کیا ہے، تب و تاب یک نفس
شعلے سے بے محل ہے الجھنا شرار کا
کر پہلے مجھ کو زندگیٔ جاوداں عطا
پھر ذوق و شوق دیکھ دلِ بے قرار کا
کانٹا وہ دے کہ جس کی کھٹک لازوال ہو
یا رب وہ درد جس کی کسک لازوال ہو

غزل کا تنقیدی جائزہ: مذکورہ بالا غزل علامہ اقبال کے مشہور و معروف شعری مجموعہ "بال جبریل" کی پانچویں غزل ہے۔ اس غزل میں اقبال نے ناز اور شوخی، طنز اور تعلی سے قطع نظر اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی کا اعتراف کیا ہے۔ اور اللہ سے دعا کی ہے کہ اے اللہ میں فانی ہوں اور تو باقی ہے، تیری ذات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ باقی رہے گی۔ بھلا میں کس طرح تجھ سے عشق کا دعویٰ کر سکتا ہوں۔ میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو مجھے حیات جاوداں عطا کر دے تاکہ میں حقیقی معنی میں تجھ سے محبت کر سکوں۔ اگر عاشق اس حقیقت سے باخبر ہو جائے کہ میں تو فانی ہوں اور میرا معشوق لافانی ہے، تو یہ یقینی بات ہے کہ اس کے عشق میں جو شدت، تڑپ اور سرگرمی ہونی چاہیے وہ پیدا نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال نے اس غزل مسلسل میں نوع انسانی کے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ شاعر اللہ سے یہ بھی دعا کرتا ہے کہ اے اللہ تو مجھے ایسے عشق کی نعمت سے بہرہ ور فرما جو ختم ہونے والا نہ ہو بلکہ لازوال اور ابدی ہو۔ اور میرے اس جسم ناتواں میں جو دل تو نے دیا ہے اس میں ایسا درد اور کسک پیدا کر دے جو لافانی ہو تاکہ میں تجھ سے عشق کا حق ادا کر سکوں۔ اس غزل سے قبل اقبال نے اس مجموعہ میں اپنی چار غزلیں لکھی ہیں۔ ان چاروں سے اس غزل کا رنگ بالکل مختلف اور جدا ہے۔ اس میں بڑی سنجیدگی، ٹھہراؤ، غور و فکر اور تاثیر پائی جاتی ہے۔ لیکن تشبیہ، استعارہ اور کنایہ کی خوبیاں حسب معمول اس میں

بھی موجود ہیں۔ اس کے باوجود ہر شعر سے سوز و گداز کا رنگ نمایاں ہو رہا ہے۔ جو اس غزل کی دوسری بڑی خصوصیت ہے۔

معنی کے علاوہ اگر اشعار میں استعمال شدہ مختلف صنائع پر غور و فکر کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ پہلا شعر مجاز مرسل کی نہایت عمدہ مثال ہے۔ دوسرے شعر میں تعقید لفظی پیدا ہو گئی ہے جو فنی اعتبار سے ایک عیب ہے۔ ویسے اس شعر میں استعارہ بالکنایہ کا رنگ پایا جاتا ہے۔ تیسرے شعر میں شعلہ اور شرارہ میں استعارہ کا رنگ نمایاں ہے۔

جہاں تک انداز بیان کا سوال ہے تو یہ غزل اپنے اسلوب بیان اور شاعرانہ فنکاری کے سبب منفرد و ممتاز اور بے مثال ہے۔ یہ غزل، غزل مسلسل کی ایک بہترین مثال ہے۔ چونکہ غزل کا ہر شعر اپنا منفرد اور الگ معنی رکھتا ہے۔ ایک شعر کا دوسرے شعر سے کوئی معنوی رابطہ نہیں ہوتا۔ مگر جس غزل میں ایک شعر کا دوسرے شعر معنوی اور موضوعی رشتے کا تعلق ہو اسے غزل مسلسل کہا جاتا ہے۔ اور اس غزل میں اس کی خوبی موجود ہے اور یہی اقبال کی انفرادیت ہے۔

خلاصہ یہ کہ علامہ اقبال کا شمار بہترین غزل گو شعراء میں ہوتا ہے۔ انہوں نے نظمیں بھی لکھی ہیں۔ یہ ان کی شاہکار غزلوں میں سے ایک ہے۔ اس غزل میں شاعر نے اللہ اور اس کے بندے کے درمیان گفتگو کو موضوع سخن بنایا ہے۔ بندہ اللہ سے دعا کرتا ہے اپنی کمزوری، ناتوانی، کم مائیگی اور بے بضاعتی کا کھلے دل سے اعتراف کرتا ہے۔ اور یہی سلسلہ پوری غزل میں موجود رہتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ غزل مسلسل کے درجہ کو پہنچی ہے۔ اور اقبال نے جو دعا کا انداز اختیار کیا ہے وہ یقیناً قابل تحسین اور قابل ستائش ہے اور یہی اقبال کی انفرادیت ہے جو انہیں دوسرے شعراء سے ممیز و ممتاز کرتی ہے۔

اس غزل کا ترجمہ پروفیسر یوسف سلیم چشتی کی شرح سے مستفاد ہے۔